ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

ثقافتی مادیت کے تناظر میں مراۃ العروس کی متنی تفہیم

A Textual Understanding of Mirat-ul-Uroos in the Perspective of Cultural Materialism

Qurrat-ul-Ain
PhD Research Scholar, Department of Urdu
Lahore College for Women University, Lahore
ainisaher5@gmail.com

Dr. Khizra Tabassum
Assistant Professor, Department of Urdu
Lahore College for Women University, Lahore
khizraatabassum@gmail.com

Abstract
Cultural materialism is a theory developed by the American anthropologist Marvin Harris. This theory examines human cultures from a scientific perspective and outlines three interconnected levels—material, social, and ideological structures—that operate together .The material structure refers to earthly resources utilized by humans to harness energy from the environment to sustain life. The social structure comprises societal institutions that organize and distribute the energy derived from the material structure, while the ideological structure represents the intellectual attitudes and belief systems of individuals. By analysing social structures and superstructures to uncover underlying material conditions, this theory provides a framework for examining literary texts. In this article, the theoretical foundations of cultural materialism are applied to the novel Mirat-ul-Uroos.

Keywords:
Cultural materialism, American anthropologist, Marvin Harris, Mirat-ul-Uroos

ثقافتی مادیت(Cultural Materialism) دورِ حاضر کا ایک قابلِ بحث فکری نظریہ ہے۔ یہ نظریہ کسی واقعے کو ماورائی تناظر میں دیکھنے کی بجائے اسے ٹھوس مادی، معاشی اور ماحولیاتی حقیقت کی نظر سے پرکھتا ہے۔ ثقافتی مادیت کا دعویٰ ہے کہ کوئی بھی تحریر اس دور کے مادی حالات اور بقا کی کشمکش سے الگ ہو کر وجود میں نہیں آسکتی۔ مارون ہیرس(Marvin Harris) اس نظریے کے بانی ہیں۔ انہوں نے باقاعدہ سائنسی اصولوں کی روشنی میں اسے وضع کیا۔ مارون ہیرس نے اس کی بنیادیں کارل مارکس(Karl Marx) اور فریڈرک اینگلز (Friedrich Engels) کی "تاریخی مادیت"، تھامس مالتھس (Thomas Malthus) کے "نظریہ آبادی"، چارلس ڈارون(Charles Darwin) کے "نظریہ ارتقا"، جولین اسٹیورڈ(Julian Steward) کی "ثقافتی ماحولیات" اور لیسلی وائٹ(Leslie White) کے "نظریہ توانائی" سے اخذ کیں۔ یہ نظریہ ۱۹۶۸ میں ان کی کتاب The Rise of Anthropological Theory میں سامنے آیا۔ ۱۹۸۰ میں یہ نظریہ زیادہ تناور ہوا۔ ان سب کے افکار نے مل کر "ثقافتی مادیت" کو جنم دیا، جس نے یہ ٹھوس نظریہ قائم کیا کہ کسی بھی فرد یا کسی بھی معاشرے میں مادی اور ماحولیاتی اثرات انسانی رویے تبدیل کرتے ہیں۔ مارون ہیرس کہتے ہیں:

> "Cultural materialism is a scientific research strategy whose goal is to account for the origin, maintenance, and change of

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

> sociocultural system by appealing to material and conditions."(1)

مارون ہیرس نے بعد ازاں اپنی کتاب _Cultural Materialism: The Struggle for a Science of Culture_ میں اس نظریے کی تفہیم انسانی معاشروں میں کرنے کے لیے تین سطحی ماڈل پیش کیے:

مادی ساخت(Infrastructure)

سماجی ساخت(Structure)

ا۔ نظری ساخت(Super Structure)

نظریہ "ثقافتی مادیت" کی سب سے پہلی اور نیچے والی سطح مادی ساخت(Infrastructure) ہے، جس کا تعلق انسان کے مادی اور حیاتی وسائل سے ہے۔ مارون ہیرس نے اسے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے: طریقہ پیداوار، اور طریقہ تولید۔

طریقہ پیداوار(Mode of Production) میں وہ تمام مادی وسائل اور انسانی سرگرمیاں شامل ہیں جنہیں استعمال کر کے انسان اپنی خوراک، رہائش، لباس اور ماحول کے بقا کی خاطر توانائی حاصل کرتا ہے۔ زمین، مٹی، موسمیاتی اثرات، پانی، نباتات اور حیوانات کو استعمال میں لا کر زندگی کا سامان کرتا ہے۔ مختلف ہتھیار، زراعت کے لیے اوزار، آبپاشی کے ذرائع، مشینیں اور توانائی کے ذرائع وغیرہ انسان ان ذرائع کو کنٹرول کرنے کے لیے اکیلا کام نہیں کرتا بلکہ "تعلقاتِ پیداوار" کو فروغ دیتا ہے۔ اس میں فطرت سے توانائی کشید کرنے کے لیے مختلف کاموں کے اوقاتِ کار اور یہ طے کرنا شامل ہے کہاں سے؟ اور کتنا وصول کرنا ہے؟

طریقہ تولید(Mode of Reproduction) میں آبادی کو دستیاب وسائل کے مطابق ڈھالنا اور توازن برقرار رکھنا ہے۔ اگر آبادی وسائل سے تجاوز کر جائے تو مادی اور معاشی بحران جنم لے گا۔ انسانی شرحِ پیدائش، شرحِ اموات اور ہجرت کر جانے والوں کا تناسب دیکھا جاتا ہے۔ جنگوں، بیماریوں اور وبا سے مرنے والوں کا ریکارڈ، آبادی پر قابو پانے کے طریقوں پر عمل کرنا؛ جیسے دیر سے شادیاں، اسقاطِ حمل، جنسی ضبط، بچوں کی پیدائش میں وقفہ اور نوزائیدہ کُشی وغیرہ شامل ہیں۔

> "As Marvin Harris (1979) posits, the mode of reproduction encompasses the biological, behavioral, and demographic mechanisms through which human populations regulate their numbers in response to environmental and subsistence constraints, directly incorporating the Malthusian principle into the infrastructural core of cultural materialism(2)"

ثقافتی مادیت کی تینوں سطحوں میں درمیانی ساخت کو "سماجی ساخت(Structure) کہا گیا ہے۔ یہ مادی سطح یعنی "مادی ساخت" سے حاصل کی گئی پیداوار اور انسانی محنت کو تقسیم، کنٹرول اور منظم کرتی ہے۔ اس کے دائرہ کار میں گھریلو اور سیاسی معیشت شامل ہے۔

گھریلو معیشت(Domestic Economy) میں خاندانی ساخت یعنی مشترکہ خاندانی نظام یا انفرادی خاندان، شادی، جہیز، وراثت کے معاملات، گھر کی ذمہ داریوں کی تقسیم اور بچوں کی پرورش آئے گی۔

سیاسی معیشت (Political Economy) ریاستی سطح پر وسائل اور اختیارات کی تقسیم کا نام ہے۔ حکومت ریاستی انتظامات کے لیے عدالتی ادارے بناتی ہے۔ معاشی اعتبار سے سرمایہ دار اور مزدور کی تقسیم، جنگ، امن، دفاع جیسے ادارے اس ساخت کا حصہ ہیں۔ اس ساخت کا کام یہ ہے کہ وسائل منظم رہیں اور پیداوار تباہ نہ ہو۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

نظری ساخت (Superstructure) اس کے بعد آتی ہے، اس ساخت کا تعلق فرد کے شعور، سوچ، عقائد، نظریات اور روحانی فکر اور رویے سے ہے۔ انسان اپنی سوچ سے اخلاقی اور فلسفیانہ خیالات کا اظہار کرتا ہے۔ ثقافتی مادیت کے مطابق یہ خیالات ماورائی دنیا میں تشکیل نہیں پاتے بلکہ مادی و سماجی ساخت کے مطابق ہی جنم لیتے ہیں۔ ان خیالات میں مذہبی عقائد، احکامات، گناہ، ثواب، حلال و حرام، نیکی و بدی کی تمیز، اقتدار، زندگی کا نصب العین شامل ہیں۔ ثقافتی اجزا : مثلا ادب، رقص، مجسمہ سازی، موسیقی، تہوار، کھیل کود اور اجتماعی رسومات بھی اسی میں آتے ہیں۔

ڈاکٹر مجاہد عباس اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ثقافتی مادیت کی نظری بنیادیں آبادی، افزائش، مادی و پیداواری وسائل، سماجی نظام کے اصول وضوابط اور اعتقادی رسوم کے کلیدی تصورات کے انسلاکات میں موجود ہیں کسی سماج کی آبادی کا کم یا زیادہ ہونا، اس کی شرح افزائش کی نوعیت، وہاں سے ہجرت کا تناسب اور ارتقائے حیات کی دیگر صورتیں اس سماج کے مادی و پیداواری وسائل پر منحصر ہوں گی۔ اسی طرح سماج میں تنظیم کی تمام صورتیں یعنی خاندانی و سیاسی، معاشی و مذہبی وغیرہ کا دارومدار بھی سماج کے انفراسٹرکچر پر ہو گا اور پھر اس سماج کے افراد جس طرح کے نظام میں زندگی بسر کریں گے اسی کے مطابق ان کے رویے اور اعتقادی نظری جنم لیں گے۔ (۳)

یہ تینوں نظریات آپس میں مربوط ہو کر نظریے کو توانا کرتے ہیں۔ مادی ساخت وسائل، ٹیکنالوجی اور بقا کی جنگ یہ متعین کرتی ہے کہ انسانی محنت اور اختیارات کو منظم کرنے کے لیے سماجی اور سیاسی ادارے کیسے کام کریں گے۔ نظری ساخت ان مادی و سماجی انتظامات کو فکری جواز کی شکل میں معاشرے پر لاگو کرتی ہے۔ ہیرس کے مطابق مادی ساخت میں تبدیلی آنے سے سماجی اور بالائی ساخت کو بھی تقاضوں کے مطابق بدلنا پڑتا ہے۔

مراۃ العروس ڈپٹی نذیر احمد کا ناول ہے جو ۱۸۶۹ میں اردو ناول کے طور پر سامنے آیا۔ روایتی تنقید میں اسے "عورتوں کی اخلاقی اور گھریلو تعلیم و تربیت" کی کتاب کے طور پر پڑھا جاتا تھا۔ اس ناول کو ثقافتی مادیت کے منظر میں دیکھیں تو یہ ۱۸۵۷ کے بعد نو آبادیاتی دور میں مسلم اشرافیہ کی گھریلو معیشت کی نئی تنظیم اور طبقاتی تحفظ کا شعوری منشور بن کر سامنے آتا ہے۔

سب سے پہلے ناول کی مادی ساخت یعنی انفراسٹرکچر کو دیکھیں گے، اس میں خوراک، مکان، ٹیکنالوجی، روایتی توانائی کے ذرائع اور زندگی کی بقا کا انتظام شامل ہے۔ یہ ناول آسمانی باتوں سے نکل کر ہندوستان کے گھریلو معاملات، دفتری مصروفیات، کچہریوں، بازاروں، پیسوں اور تعلقاتِ پیداوار کے گرد گھومتا ہے۔ غدر کے بعد انگریزوں نے ملکی نظام کو بالکل بدل دیا۔ برصغیر میں جاگیر دارانہ نظام قائم تھا جو صدیوں سے رائج تھا۔ برطانوی نو آبادیاتی راج شاہی نے شاہی دربار، وظائف، جاگیریں اور مراعات بند کر دیں اور ایک دفتری، قانونی اور مالیاتی نظام عمل میں آیا۔ اس میں شرفا کا طبقہ شدید متاثر ہوا۔ روایتی آمدنی بند ہو گئی۔ ان کے پاس اپنی ساکھ برقرار رکھنے کے وسائل نہ رہے اور قرض سود تک کی نوبت آنے لگی۔ مصنف اقرار کرتا ہے کہ مادی وسائل ہی اصل حقیقت ہیں اور یہ ضروریات آخر تک پیچھا کرتی ہیں۔ نذیر احمد کے بیانیے میں روایتی خطبات اسی مادی جدوجہد کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ناول کے ماحول میں جاگیر دارانہ نظام، کسان، زمین داری اور دیہی معاشرت کی عکاسی نہیں ملتی، بلکہ برطانوی راج اور بیوروکریسی کے واقعات ہیں۔ ناول کے مرد انہ کردار انگریز کے نوکر ہیں اور تنخواہ پر کام کرتے ہیں۔ اصغری کا

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

باپ، دور اندیش خان، برطانوی سرکار کے پاس پہاڑ پر ملازمت کرتا ہے۔ ملنے والی تنخواہ سے اپنے خاندان کی کفالت کرتا ہے۔ محمد کامل کے والد مولوی محمد فاضل لاہور میں ایک رئیس کے ہاں ۵۰ روپے پر ملازم ہیں۔ گھر کے خرچ کے لیے ماہانہ ۲۰ روپے دیتے ہیں۔ محمد عاقل پہلے ۱۰ روپے پر نوکر تھا۔ مولوی محمد فاضل کی ریٹائرمنٹ کے بعد اسی جگہ ۵۰ روپے پر بھرتی ہو گیا۔ محمد کامل نے بھی جب کچہری کا رخ کیا تو وہ پہلے ا روپیہ یومیہ پھر ۱۰ روپے ماہانہ پر آیا۔ بعد ازاں انگریز کی نوکری میں سیالکوٹ جا کر ترقی پائی۔ ان کی تنخواہ ۵۰ روپے ماہوار ٹھہری۔ ان لوگوں کے خاندان کے اخراجات ملنے والی ماہانہ تنخواہ سے پورے ہوتے تھے۔ مصنف لکھتے ہیں کہ روایتی تعلیم یعنی عربی و فارسی روزگار نہیں دے سکتی، بلکہ کچہری اور دفتری کاموں کو سیکھنا ہی مستقبل میں ذریعہ معاش کا وسیلہ ہیں۔

> Under the infrastructure, the human being is fundamentally an energy-capturing and energy-expending unit. Wages or remuneration constitute the biological cost that secures subsistence, shelter, and basic necessities for the laborer, ensuring the somatic restoration required to resume the production process the following day.(4).

ناول میں نذیر احمد نے ٹھوس جسمانی محنت بھی دکھائی ہے۔ انہوں نے بہت سے پیشوں کے نام بتائے ہیں جو ملک کی مادی ساخت کو توانائی فراہم کر رہے ہیں۔

اسی طرح مراۃ العروس میں ٹیکنالوجی کے اثرات بھی دکھائے گئے ہیں۔ دور دراز علاقوں میں خطوط کی ترسیل کا انتظام نظر آتا ہے۔ رقم کی ترسیل کی سہولت موجود ہے۔ نقل و حمل کے لیے پکی سڑکیں، میلوں کے پتھر، ریل کا نظام، ٹکٹ یہ سب ناول کی تفاصیل میں شامل ہیں۔ چھاپہ خانے، کاغذی کتابوں کی دستیابی، اخبارات اور سائنسی خبریں بھی اسی مادی ساخت کا حصہ ہیں۔ اصغری اپنی شاگردوں کو ملکہ وکٹوریہ کی تصویر دکھاتی ہے اور کیمرے کا تعارف بھی کرواتی ہے۔ یوں یہ سب سائنس اور ٹیکنالوجی کا عکس ہے۔

سفیمن: "اچھی ملکہ کو ہزاروں کوس دور بیٹھے یہاں کی کیا خبر ہوتی ہو گی؟"

اصغری: "کیوں نہیں۔ ذرا ذرا خبر ہوتی ہے۔ ڈاک اور تار برقی پر رات دن خبریں آتی جاتی ہیں، ہزاروں اخبار ولایت جاتے ہیں۔"

سفیمن: "ملکہ کو کیوں کر دیکھیں؟"

اصغری: "کیوں کر بتاؤں؟ ان کی تصویر البتہ دیکھ سکتی ہو۔"

سفیمن: "خیر تصویر ہی دیکھ لیتے!"

اصغری: "بوا تم بھی تماشے کی باتیں کرتی ہو، کیا تم نے روپیہ نہیں دیکھا؟"

سفیمن: "کیوں نہیں دیکھا؟"

اصغری: "عورت کا چہرہ جو بنا ہے وہ ملکہ کی تصویر ہے، خطوں کے ٹکٹ پر ملکہ کی تصویر ہے اور میرے پاس ملکہ کی ایک بڑی عمدہ تصویر اور ہے، میرے ابا کو کسی انگریز نے دی تھی، وہ انہوں نے میرے پاس بھیج دی تھی۔ محمودہ! میرا صندوقچہ تو اٹھا لاؤ۔"(5)

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

گھریلو معاملات میں اصغری کے مکتب کا گہرائی سے موازنہ کیا جائے۔ یہاں کی اشیا، اثاثے اور گھریلو محنت جدا ہے۔ اصغری کا مکتب ایک روایتی درسگاہ نہیں بلکہ ایک گھریلو صنعتی ورکشاپ ہے۔ یہاں کشیدہ کاری، سلائی، لکھنا پڑھنا جیسی مہارتیں سکھائی جاتی ہیں۔ یہ مادی پیداوار بازار میں فروخت ہوتی ہے اور آمدنی کا ذریعہ بنتی ہے اور اس آمدنی کو فنڈ میں تبدیل کر کے مکتب کی مادی ضروریات پر خرچ کیا جاتا ہے۔

غذائی اشیا اور ان کی مقدار بھی مادی ساخت میں آتی ہیں۔ افرادِ خانہ کے لیے گوشت کی مقدار، مختلف کھانوں کی اقسام، باورچی خانے کا سامان، بازار کی اشیا، قیمتوں کا فرق، مٹھائیوں کے نام سب متوسط طبقے کے مادی معیارِ حیات کو واضح کرتے ہیں۔

مادی ساخت کا دوسرا ستون یعنی "طریقہ تولید" کا ذکر بھی ناول کے ابتدائی صفحات میں ملتا ہے۔ مائیں بچوں کی حفاظت کے لیے ان کی خوراک کا خاص خیال رکھتی ہیں۔ یہ کوئی ماورائی جذبہ نہیں بلکہ نسل کی بقا کی ضرورت ہے جو بچے کے خود کفیل ہونے تک قائم رہتی ہے۔ کہانی میں بیماریوں کا علاج توہماتی طریقے سے ہوتا تھا جبکہ اصغری طب یونانی سے ان کا علاج بتاتی تھی۔

ہندوستان میں ساہوکارانہ نظام عام تھا جو سودی نظام کو فروغ دیتا تھا۔ تنخواہیں وقت پر نہیں ملتی تھیں تو ادھار پر زندگی چلتی تھی۔ ضرورت پڑنے پر سودی قرض لیا جاتا تھا۔ جب نقد ادائیگی کے وسائل نہ ہوں تو قیمتی اشیا گروی رکھی جاتی تھیں۔ اسٹامپ پیپر کو قانونی حیثیت حاصل تھی۔ قرض وقت پر ادا نہ کرنے پر مکان کی نیلامی کا خدشہ رہتا تھا۔

> "بیٹی کا تمام زیور تو کنجڑے قصائی بنئے، بزاز کے حساب میں آدھے داموں پر لگ گیا ہزاری مل کے سو روپے کے واسطے رہنے کا ٹھیکرا گروی رکھنا پڑا لکھا پڑھی، پکے کاغذ پر ہو کر چار بھلے مانسوں کی گواہی ہو گئی۔"(6)

ناول میں "ماما عظمت" کا کردار بہت اہم ہے۔ اس دور میں ملازم رکھنا سماجی مرتبے کی علامت تھا۔ ماما عظمت گھریلو مادی اشیا میں کھلا غبن کرتی تھی۔ اصغری یہاں ایک بڑا قدم اٹھاتی ہے اور اپنے سسر کے ذریعے ان دکانداروں کے روبرو پڑتال کرواتی ہے اور دوسری ملازمہ کو بطور نوکر رکھ لیتی ہے۔

اس دور میں اگرچہ شرفا شدید مادی بحران کا شکار تھے اور تہواروں پر نمود و نمائش کی خاطر بے جا مادی اسراف کرتے تھے۔ شبِ برات پر آتش بازی، حلووں کا اہتمام ہوتا، شادی بیاہ پر بھاری جہیز دینے کا رواج تھا۔ اصغری اسراف کو روک کر صرف چند روپے کی شیرینی تقسیم کرتی ہے۔

ثقافتی مادیت کی سطحوں میں مادی اور بالائی ساخت کے درمیان رابطہ "سماجی ساخت" کے ذریعے ممکن ہے۔ اس کے دو دائرہ کار ہیں: گھریلو معیشت اور سیاسی معیشت

ڈپٹی نذیر احمد نے اپنے ناول مراۃ العروس میں مشترکہ اور جدید جداگانہ خاندان کا فرق واضح کیا ہے۔ روایتی گھروں میں پورا خاندان ایک ہی چھت تلے زندگی بسر کرتا تھا، جہاں ساس مکمل انتظامی امور کو دیکھتی اور بہوئیں اس کے ماتحت ہوتی تھیں۔ اکبری اس گھر میں رہتے ہوئے الگ گھر کی فرمائش کرتی ہے۔ دراصل وہ مکمل گھریلو اقتدار اور معاشی آزادی کی خواہاں ہے۔ اکبری کا شوہر پرانے روایتی مشترکہ نظام سے نکل کر انفرادی رہائش کی کوشش کرتا ہے۔ اکبری کی ضد پر وہ اسے الگ گھر لے دیتا ہے لیکن وہ جسمانی اور ذہنی سطح پر کشمکش کا شکار رہتا ہے۔ روایتی سماجی ساخت میں بیٹے کا ماں سے الگ ہونا ایک داغ سمجھا جاتا تھا جبکہ اکبری کی ماں اسے "دنیا کا دستور" کہتی ہے۔ یہ وہی نو آبادیاتی

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

نظام ہے جو مشترکہ نظام کو توڑ کر چھوٹے خاندان کی طرف دھکیل رہا ہے۔ دوسری طرف اصغری اسی مشترکہ گھر میں سب کے ساتھ رہ کر اپنی انتظامی صلاحیتوں سے تمام فیصلوں پر قابض ہے اور ان کی خامیوں کی اصلاح ہر پل کرتی ہے۔

"اکبری کی ماں نے داماد سے کہا۔ 'کیوں بھائی! تم کو الگ ہو کر رہنے میں کیا عذر ہے؟ خدا کا فضل ہے خود نوکر ہو، خود کھاتے ہو، کسی بات میں ماں باپ کے محتاج نہیں اپنا کھانا اپنا پہننا پھر دوسرے کا دست نگر ہو کر رہنا کیا فائدہ بیٹا بہو کیسے ہی پیارے ہوں پھر بھی جو آرام الگ رہنے میں ہے، ماں باپ کے گھر کہاں جو چاہو سو کھایا۔ اور چاہا سو پکایا اور ذرا غور کرنے کی بات ہے ماں باپ کے ساتھ رہ کر لاکھ کماؤ پھر بھی نام نہیں، لوگ کیا جانیں تم اپنا کھاتے ہو یا ماں باپ کے سر پڑے ہو۔'(۷)

ناول میں عورت اور مرد کے کاموں کی تقسیم بندی بہت واضح ہے۔ گھر کے باہر کی دنیا کے تمام اختیارات مرد کو حاصل ہیں جس میں ملازمت، کچہری، بازار، منڈی، سفر وغیرہ شامل ہیں۔

عورت کا دائرہ کار چار دیواری کے اندر محدود ہے۔ وہ باورچی خانے کے امور، بچوں کی پرورش، خاندان میں تہوار پر لین دین، ثقافتی رسومات نبھانے کی ذمہ دار ہے۔ مصنف ناول میں یہ پیغام دیتے ہیں کہ مرد اور عورت مل کر ہی گاڑی چلاتے ہیں۔

پردہ ناول میں صرف مذہبی حکم کے طور پر نہیں اپنایا گیا بلکہ شرفا کے سماجی مرتبے کا اظہار ہے۔ اس پردے کی وجہ سے انہیں گھر کی چار دیواری میں رہنا پڑتا ہے۔ وہ باہر کے معاملات خود نہیں دیکھ سکتیں، خادموں کے ذریعے ہی وہ باہر کی دنیا کے بارے میں جان سکتی ہیں اور آنے جانے کے لیے ڈولی کا استعمال کرتی ہیں۔ سسر کے سامنے جانے سے شرماتی ہیں، اجنبی سے اوٹ میں رہ کر بات کرتی ہیں۔

پدرشاہی کی چھاپ بھی واضح نظر آتی ہے۔ اصغری کی شادی کے موقع پر جو اسے خط ملتا ہے، اس میں یہی نصیحت کی گئی ہے کہ "عورت خدمت، عزت، اطاعت کے ذریعے ہی شوہر کو رام کر سکتی ہے"۔ جادو ٹونے اور ٹوٹکوں کی مذمت کی جاتی ہے۔ مرد عورت کا نگران ہے اور عورت کی ذمہ داری ہے کہ اسے خوش رکھے۔

دوسری طرف دیکھا جائے تو اصغری خفیہ طور پر مرد کی حاکمیت ماننے کے باوجود مردوں کے معاملات میں برابر کی شریک ہے۔ یہاں تضاد سامنے آتا ہے۔ وہ اپنے شوہر کو کھیل کود سے منع کر کے کمانے پر آمادہ کرتی ہے اور کم تنخواہ پر بھی نوکری کرنے پر زور دیتی ہے۔ اسے سیالکوٹ جانے پر اصرار کرتی ہے۔ سسر سے ماما عظمت کی خریداری کی پڑتال کرواتی ہے۔ محمودہ کا رشتہ خود طے کرتی ہے۔ وہ پدرسری نظام کو اپنی فراست سے منظم کرتی ہے۔

طبقاتی فرق ناول کا ایک گہرا موضوع ہے۔ اکبری کے محلے کی لڑکیوں سے راہ رسم بڑھانے پر اس کا شوہر اس پر اعتراض کرتا ہے۔ اسی طرح اصغری جب گھر میں مکتب شروع کرتی ہے تو انہی لڑکیوں کا انتخاب کرتی ہے جو شریف گھرانے سے تھیں۔ باقی عام گھرانوں کی لڑکیوں کو حکمت عملی سے ٹال دیتی ہے۔ یہ ناول دکھاتا ہے کہ نذیر احمد کا پیغام صرف شرفا کی تعلیم و تربیت پر تھا، یہ کوئی عوامی اصلاح کی تحریک نہ تھی۔ گھریلو انتظام میں بھی ایسا ہی طبقاتی فرق رکھا جاتا ہے۔

"محلے میں جو آدمی بازاری طور کے رہتے ہیں، تم نے انہیں کی لڑکیوں کو بہن بنا رکھا ہے—بھوندو بھیارے کی بیٹی چھنیا، بخشو قلعی گر کی بیٹی زلفن، کیمو سقے کی بیٹی رحمت، مولن کنجڑے کی بیٹی سلمتی تمہارے پاس گھسی رہتی ہیں۔ یہ لوگ نہ ہماری برادری ہیں نہ بھائی بند، نہ ان سے ہماری ملاقات نہ راہ و

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

رسم... محلے میں قاضی امام علی، حکیم شفاء الدولہ، منشی ممتاز احمد، مولوی روح اللہ بھی تو رہتے ہیں، ان کی بہو بیٹیاں ہمارے ہاں آتی ہیں، تم کسی سے بات نہیں کرتیں!"(۸)

جاگیر دارانہ دور میں نوکر گھر کا ایک فرد ہوتے تھے۔ گھریلو انتظامات میں ان کی شمولیت کو برا نہیں سمجھا جاتا تھا لیکن زوال کے ساتھ یہ رشتہ ٹوٹ گیا۔ "ماما عظمت" نے پچیس برس اس گھر میں ماما گیری کی۔ وہ اپنی عیاری سے گھر کی جڑیں معاشی اور جذباتی طور پر کھوکھلی کر رہی تھی۔ اسے اپنی فراہم کی گئی خدمات پر ناز تھا۔ وہ پہلے ان کے ساتھ خلوص کا رشتہ نہ رکھتی تھی۔۔ اصغری اس ماما گیری کے نظام کو بدلتی ہے اور روایتی طریقوں کو چھوڑ کر جدید معاہدے پر ملازمہ کو بھرتی کرتی ہے۔ وہ دیانت سے دوٹوک معاوضہ اور کام طے کرتی ہے۔ یوں آقا اور ملازم کا رشتہ معاہدے پر استوار ہوتا ہے۔

شادی بیاہ کے معاملات بھی ناول میں جذباتی انداز میں بیان نہیں ہوئے، بلکہ دو خاندانوں کے درمیان سماجی اور معاشی طاقت کا اکٹھ ہیں۔ اصغری اور اکبری کی شادیاں ایک گھر میں ہونا، ایک ہی گھر میں سرمایہ و تعلقات کو محدود رکھنے کا اشارہ ہے۔ جب محمودہ کے رشتے کی بات حکیم روح اللہ کے ہاں چلتی ہے، جن کے طبقاتی مرتبے میں خاصا فرق ہے، تو دونوں طرف اس مرتبے کے بارے میں فکر نظر آتی ہے۔ شاہ زمانی بیگم یہ اعتراض اٹھاتی ہیں۔ اصغری ان کی دولت کا مقابلہ محمودہ کے ہنر، خوبصورتی، شائستگی سے کرتی ہے اور اس عدم مساوات کو ختم کرنے کی بھرپور کوشش کرتی ہے۔ شادی ایک سماجی معاہدہ ہے جہاں معاشی طاقت میں کم تر طبقہ اپنے ثقافتی سرمایے یعنی سلیقہ، اور خوبصورتی کو اعلیٰ گھرانوں سے جوڑنے کا خواہش مند ہے۔

محلے کی سماجی فضا کو دیکھا جائے تو گھر کے افراد کی سی حیثیت رکھتے ہیں۔ عورتیں اگرچہ گھر کی چار دیواری تک محدود ہیں لیکن نئی دلہن کو چوٹی سے ایڑی تک دیکھا جاتا تھا۔ ہر ہر قدم پر گہری نظر رکھی جاتی تھی۔ اس کی ذرا سی اونچ نیچ محلے میں بدنامی کا باعث بن سکتی تھی۔ اصغری نے اسی محلے میں اپنی ساکھ قائم کرنے کے لیے حکمتِ عملی اپنائی تھی۔ وہ خود کو ان منفی تاثرات سے محفوظ رکھتی تھی۔ اس کا مکتب کھولنا اسی وقار کو برقرار رکھنے کی علامت ہے۔

محلے کی معزز خواتین جیسے شاہ زمانی بیگم، سلطانہ بیگم، حکیم خاندان کی خواتین اس کی تربیت، ہنر اور عاجزی کے گن گاتی تھیں۔ وہ مکتب کے ذریعے معاشرے میں مثبت پیغام پہنچا رہی تھی۔ یہ تعلقات اس کا مادی سہارا بن جاتا ہے۔ جب اس نے محمودہ کا رشتہ طے کرنا چاہا تو یہی تعلقات آپس میں بات چیت کو آسان کر دیتے ہیں۔

بالائی ساخت میں؛ مراۃ العروس کے نو آبادیاتی عہد میں مسلم شرفاء کی جامع اخلاقی ساخت دکھائی گئی ہے۔ ناول میں بنیادی فکر، مذہبی اخلاقیات اور انیسویں صدی کی ابھرتی ہوئی وکٹورین بورژوا تہذیب ہے۔ نذیر احمد نے مادی محنت اور پابندی کے ساتھ اسی طرز کو اپنایا اور محنت کو باقاعدہ اور پروقار بنانے کے لیے اسلامی تعلیمات کے ذریعے اسے جواز عطا کر دیا۔ انہوں نے سستی، کاہلی کو گناہ کے برابر ٹھہرایا۔ اصغری کا اپنے شوہر محمد کامل کو شطرنج اور چوسر کے کھیلوں سے روکنا اور وقت ضائع نہ کرنا اسی سلسلے کی کڑی ہے۔ یہ تمام اقدار اسلامی تعلیمات سے ماخوذ ہیں۔ یہاں فرسودہ خیالات، توہم پرستی، تعویز، دھاگا اور بے جا تقلید کی بھی مذمت کی گئی ہے اور ٹھوس حقائق کو تسلیم کیا گیا ہے۔

کٹنی کا کردار یہ دکھاتا ہے کہ خواتین اولاد کے حصول کی خاطر ایسی شاطر عورتوں کی باتوں میں جلد آ جاتی ہیں۔ وہ انہیں توہمات اور ماورائی کہانیاں سنا کر ان کا معاشی استحصال کرتی ہیں۔ مصنف بتانا چاہتے ہیں کہ ان عقائد کو رائج کرنے میں ٹھگوں کا پورا گروہ ساتھ ہوتا ہے جو سادہ لوح اور قدرے بے وقوف خواتین کو جھانسا دے کر ان سے زیورات لوٹ لیتے ہیں۔ اکبری کی عاقبت نااندیشی کو نذیر احمد اس موقف میں بیان

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

کرتے ہیں کہ انسان کا مشکل یا آسان وقت اس کے مقدر کا لکھا ہوا نہیں بلکہ اس میں اس کے ذاتی، ذہنی، عقلی فیصلوں کا اختیار ہے۔ عورتیں اپنی دانش یا بے عقلی سے رنج و مصیبت میں مبتلا رہتی ہیں۔ ان کی ذہنی اصلاح ہی ان کی قسمت سنوار سکتی ہے۔ نام نہاد غیر مرئی قوتوں کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے۔ آسیب کا سایہ، نظر بد کا اثر، جھاڑ پھونک جیسے عقائد کو رد کیا گیا ہے۔ اس کے مقابلے میں طبِ یونانی کو اپنانے کی ترغیب دی گئی ہے۔

مصنف نے برطانوی استعمار کو غیر مشروط طور پر قبول کیا اور اسے ملکی سطح پر رائج کرنے پر بھی راضی ہیں۔ مکتب کی لڑکیاں جب ہندوستان کی بادشاہت پر بحث کرتی ہیں تو نذیر احمد اسے فرسودہ خیالات گردانتے ہیں۔ اور اس کے مقابلے میں ملکہ وکٹوریہ کو ایک مثالی، باصلاحیت اور عالمی حکمران کے طور پر سامنے لاتے ہیں، جو لندن میں بیٹھ کر اپنی بادشاہت کو کنٹرول کر رہی ہیں اور قوانین کے ذریعے حکومت چلا رہی ہیں۔ اصغری اپنی شاگردوں کو بتا رہی ہے کہ تمام انگریز اپنے فرائض الگ الگ نبھا رہے ہیں اور وہ رعایا کو پالتے ہیں۔ ملک میں نافذ انفراسٹرکچر کو ترقی کا نام دے رہی ہے۔ یہ نظریات سرسید کے عطا کردہ ہیں، جن کے مطابق ۱۸۵۷ کی جنگِ آزادی کے بعد انگریزوں سے وفاداری ہی بقا کی راہ تھی۔

مرد کی حاکمیت کو مذہبی اور مابعد الطبعیاتی دلائل سے جوڑا گیا ہے، اور ساتھ ہی عورت کی علمی برتری کا بھی اعتراف کیا گیا ہے۔

اس سلسلے میں دور اندیش خان کا خط بھی یہی وضاحت کر رہا ہے کہ "آدم کی تسکین کے واسطے حوا کو پیدا کیا گیا"۔ اور اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ مرد کی خوشی اور سکون کا خیال رکھے۔ ساتھ مرد ہی حاکم ہے، وہی خاندان کی کشتی کو چلا رہا ہے۔ عورت کا فرض ہے کہ مرد کی فرمانبردار رہے۔ جادو ٹونوں کی بجائے خدمت سے اس کا دل جیتے۔ مرد طاقت اور ہمت میں اس سے آگے ہے۔ مرد کے ساتھ زبردستی نہیں کی جا سکتی اور نہ دباؤ سے اسے رام کیا جا سکتا ہے بلکہ خوشامد اور اطاعت ہی وہ راستے ہیں جن سے شوہر کو خوش کیا جا سکتا ہے۔ نذیر احمد یہ بھی کہتے ہیں کہ عورت کو کم تر جاننا، پاؤں کی جوتی یا ناقص العقل سمجھنا بھی بے کار باتیں ہیں۔ اور اس کی کم عقلی حیاتیاتی نہیں بلکہ ماحولیاتی ہے۔ اس کی دنیا گھر کی چار دیواری تک محدود ہے۔ زندگی کو پرکھنے کا میدان اس کے لیے صرف گھر ہے۔ عورت کو اگر دنیاوی تعلیم سے آشنا کروایا جائے تو وہ مرد کا ساتھ دے سکتی ہے، یہاں تک کہ ملکی انتظامات بھی سنبھال سکتی ہے۔

> مردوں کو خدا نے شیر بتایا ہے۔ اگر دباؤ اور زبردستی سے کوئی ان کو زیر کرنا چاہے ناممکن ہے۔ بہت آسان ترکیب ان کو زیر کرنے کی خوشامد اور تابعداری ہے اور جو احمق عورت اپنا دباؤ ڈال کر مرد کو زیر کرنا چاہتی ہے وہ بڑی غلطی میں ہے وہ شروع سے حکم فساد ہوتی ہے اور انجام اس کا ضرور فساد ہو گا۔"(۹)

نذیر احمد کے نزدیک تعلیمِ نسواں کوئی فیمنسٹ آزادی نہیں بلکہ گھریلو تعلیمی نظریہ ہے۔ وہ خواتین کو فلسفہ پڑھنے، عالم بنانے کے حق میں نہیں ہیں۔ ان کے نزدیک یہ علوم اداسی پیدا کرتے ہیں۔ انہوں نے تعلیم کا دائرہ واضح کیا کہ قرآن مجید اور دینی مسائل سمجھ میں آجائیں، اتنا لکھنا پڑھنا آجائے کہ ضرورت کے وقت کام آسکے۔ گھریلو حساب کتاب رکھ سکیں۔ سلائی، کڑھائی جیسے ہنر میں تاک ہوں، تاکہ غربت کے وقت یہ کام آئے۔ "اس تربیت کے بعد وہ عورت گھر میں ایک چراغ بن جاتی ہے، آنے والی نسلوں کی تربیت کرتی ہے۔ ایسے ماحول میں بچے نامور اور ہونہار بنیں گے۔ یوں وہ ایک گھر کی دیوی کہلائے گی۔

بالائی ساخت میں مذہبی اور ثقافتی رسوم کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ شبِ برات پر آتش بازی اور شادی بیاہ پر غیر ضروری رسومات کو فضول خرچی اور گناہ کی نظر سے دیکھا گیا ہے۔ ان کے نزدیک نیکی کا مطلب جسمانی عبادت نہیں، بلکہ انسان کا حسنِ اخلاق ہے کہ وہ معاملاتِ زندگی

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

کتنے احسن طریقے سے ادا کر رہا ہے۔ وسائل کو مسجدوں کی تعمیر، مسافروں کی خدمت اور ضرورت مندوں کے لیے تعلیمی وظائف مقرر کرنا ہی نیکی ہے۔ یعنی فلاحِ عامہ ہی نیکی کی اصل شکل ہے۔

اصغری نے کہا۔ "خرچ کرنے کا کیا عجب ہے لیکن ایک ضرورت کے واسطے اور ایک بے ضرورت، سو شب برات میں کوئی ایسی ضرورت نہیں۔ جس کے واسطے اتنا روپیہ درکار ہو۔"

> ساس نے کہا۔ "بوا پیر پیغمبر بڑے بزرگوں کی فاتحہ مقدم ہے۔ پھر لوگوں کے گھر بھیجنا بھجوانا ضرور ہے۔ لو کہنے کو ذرا سی بات ہے پانچ روپے ہوں تو اصل خیر سے تمہارے میاں اور بی محمودہ کے واسطے انار پٹاخے ہوں۔"...
>
> اصغری نے کہا۔ "فاتحہ کے واسطے پانچ سیر کا میٹھا بہت ہو گا۔ بھیجنا بھجوانا تو ادھر سے آیا اور ادھر گیا اور محمودہ اب پٹاخوں کے واسطے ضد نہیں کریں گی ان کو سمجھا لوں گی، غرض شب برات کا اہتمام میں جس طرح ہو سکے گا کر لوں گی میرا ذمہ اس کے واسطے آپ قرض کی فکر نہ سمجھیے۔"(۱۰)

مراۃ العروس میں اصغری کی نیکی، تدبیر اور اخلاقی برتری کوئی ماورائی کہانی نہیں بلکہ ۱۸۵۷ کے بعد مسلم شرفا کی مادی اور طبقاتی ضرورت کے مطابق تھی۔ مادی ساخت کی کمزوری کی وجہ سے بقا کا مسئلہ آن کھڑا تھا۔ سماجی ساخت نے تنظیمِ نو کے ذریعے اسے سہارا دیا اور بالائی ساخت نے اخلاقیات تراش کر اسے مقدس روپ میں ابھارا۔

☆☆☆☆☆

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

حوالے

1. Harris, M. (1968). The rise of anthropological theory: A history of theories of culture (p. 630). Thomas Y. Crowell Company.
2. Harris, M. (1979). Cultural Materialism: The Struggle for a Science of Culture. New York: Random House pp. 52–66

۳۔ مجاہد عباس، ڈاکٹر، ثقافتی مادیت کی نظری بنیادیں اور ادبی متن کی تفہیم، مشمولہ، دریافت، نمل، والیم ۱۵ جلد ۲، دسمبر ۲۰۲۳، ص ۶

4. Harris, Marvin. Cultural Materialism: The Struggle for a Science of Culture. New York: Random House, 1979.

۵۔ نذیر احمد دہلوی، مراۃ العروس، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۷۰ء، ص ۹۸

۶۔ ایضا، ص ۷۱

۷۔ ایضا، ص ۲۴

۸۔ ایضا، ص ۱۵

۹۔ ایضا، ص ۴۴

۱۰۔ ایضا، ص ۶۲-۶۳

Bibliography

Harris, M. (1979). Cultural Materialism: The Struggle for a Science of Culture. New York: Random House.

Harris, Marvin. Cultural Materialism: The Struggle for a Science of Culture. New York: Random House, 1979.

Mujahid Abbas, Dr., "Saqafati Madiyat ki Nazri Bunyaden aur Adabi Matn ki Tafheem", Mashmula, Daryaft, NUML, Volume 15, Jild 2, December 2023.

Nazir Ahmad Dehlvi, Mirat-ul-Uroos, Lahore: Majlis-e-Taraqi-e-Adab.

❖❖❖